قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمن احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم

ارشاد نبوی ہے جس نے میرے صحابہ سے محبت کی میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے ان سے بغض رکھا مجھ سے بغض رکھا

تذکرہ اردو

حضرت ابوذر غفاری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس میں ان کی زندگی کے اہم پہلو نمایاں کیئے گئے ہیں، اسلام قبول کرنا، مسلمان ہونے پر پٹنا، دلیری اور حقگوئی میں یکتا ہونا، علم کی حرص کرنا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھ پوچھکر معلومات بڑھاتے رہنا، آخرت کا فکرمند اور دنیا سے زاہد ہونا، حساب کے خوف سے مال سے بچنا، وغیرہ وغیرہ۔ آخر میں ان کی وفات کا عجیب واقعہ لکھا ہے

تالیف

مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری

ناشر:- ادارہ تبلیغ اسلام پل بنگش۔ دہلی۔ قیمت ۸/

ان ورقوں میں کیا ہے؟

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا و سندنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوذر غفاری[۲] رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے مرتبہ کے صحابی تھے۔ ان کا نام جُندب تھا اور ابوذر ان کی کنیت تھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت گہرا تعلق رکھتے تھے اور بہت ہی زیادہ محبت کرتے تھے۔ کبھی کبھی محبت کے جوش میں حدیث بیان کرتے ہوئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیلی یعنی اپنا دوست کہہ دیا کرتے تھے۔ قبیلہ غفار میں سے تھے۔ ایک مرتبہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قبیلے کے لئے یوں دعا کی تھی غفار غفرھا اللہ یعنی قبیلہ غفار کی اللہ مغفرت کرے۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ میں نے نہیں کہا بلکہ اللہ نے فرمایا ہے[۱]۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بڑی بڑی فضیلتیں حدیثوں میں آئی

---

[۱] بخاری و مسلم ۱۲ [۲] قبیلہ غفار کی طرف منسوب ہے لوگ غفّاری کہا کرتے ہیں یہ غلط ہے صحیح غِفاری ہے یعنی غین کا زیر فا کی تشدید کے بغیر ادا کیا جائے ۱۲۔

ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے ابوذر رضؓ سے بڑھکر کوئی سچا نہیں ہے[1]۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ چار شخصوں سے (خصوصی) محبت کروں اور مجھے اللہ نے خبر دی ہے کہ اللہ کو ان چاروں سے محبت ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہمیں بتا دیجئے کہ یہ چاروں کون کون ہیں؟ ارشاد فرمایا علی ان میں سے ہیں، علی ان میں سے ہیں، علی ان میں سے ہیں (تین مرتبہ اسی طرح فرما کر ارشاد فرمایا) (دوسرے) ابوذر ہیں (تیسرے) مقداد ہیں (چوتھے) سلمان ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ اللہ کو ان سے محبت ہے[2]۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ ہر نبی کے لئے بڑے درجہ کے سات خاص اور چیدہ مصاحب اور ساتھ رہنے والے ہوتے ہیں اور مجھے ایسے چودہ مصاحب دیئے گئے ہیں جن میں ابوذر بھی ہیں[3]۔

---

[1] ترمذی شریف [2] ترمذی شریف ۱۲ [3] ترمذی ۱۲ ع یہ مبالغہ کے طور پر فرمایا جیسا کہ ہم بھی اپنے محاوروں میں کسی کی تعریف کرتے ہوئے کہدیا کرتے ہیں کہ فلاں شخص سب سے زیادہ سخی ہے۔ لہٰذا اسکا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ابوذر سچائی میں نبیوں سے بھی زیادہ تھے ۱۲ منہ

اسلام

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہ چھٹے یا پانچویں مسلمان تھے[عہ]۔ ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے پہلے انہوں نے اپنے بھائی کو مکہ معظمہ بھیجا تاکہ وہ یہ معلوم کر کے آئیں کہ وہاں پر جو ایک شخص یہ دعوٰی کرتا ہے کہ میرے پاس وحی اور آسمانی خبریں آتی ہیں اس کے حالات کیا ہیں، اور غور کے ساتھ اس کا کلام سنیں اور واپس آکر بتائیں چنانچہ ان کے بھائی مکہ معظمہ پہونچے۔ اور جس مقصد سے آئے تھے اس کے متعلق معلومات حاصل کر کے اپنے قبیلے میں واپس ہو گئے اور اپنے بھائی ابوذر کو پورے حالات بتلا دئے اور بتایا کہ وہ مدعیٔ نبوت اچھی عادتوں اور بہترین اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان سے میں نے ایسا کلام سنا جو نہ شاعروں کا ہو سکتا ہے اور نہ کاہنوں کا۔ اس مجمل بات سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہ کو تشفی نہ ہوئی اور خود ہی مکہ معظمہ جانے کا ارادہ فرمایا لہذا سامان سفر مہیا کر کے مکہ معظمہ پہونچے اور مسجد حرام میں جا کر بیٹھ گئے چونکہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں اور ملنے کے واسطے آنے والوں سے مکہ معظمہ والوں کو سخت دشمنی تھی اس لئے کسی سے یہ نہ پوچھا کہ نبوت کے مدعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں اور کہاں ہیں۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور حضرت ابوذر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ اللہ تعالٰے کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت علی

عہ یعنی ان سے پہلے چار یا پانچ آدمی اور مسلمان ہو چکے تھے ۱۲

رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس طرف آنکلے اور اس بیچارے پردیسی پر ان کی نظر پڑگئی۔ مہمان نوازی کے طور پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوذرؓ کو اپنے گھر لے گئے اور کھلا پلا کر سونے کی درخواست کی لہٰذا وہ سو گئے۔ اتنا وقت اپنے معزز میزبان کے ساتھ گذارا لیکن حضرت ابوذرؓ کو چونکہ یہ علم نہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہیں اور محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں ان سے آپ (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے متعلق کچھ دریافت نہ کیا کیونکہ اندیشہ یہ تھا کہ یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالفین میں سے نہوں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ رات بھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں سوتے رہے اور صبح کو اٹھ کر مسجد حرام میں واپس تشریف لے آئے۔ اس روز بھی شام تک مسجد حرام میں بیٹھے رہے اور اسی انتظار میں رہے کہ شاید محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آجائیں اور ان سے بات کرنے کا موقع مل جائے، مگر آج بھی اس مقصد میں کامیاب نہ ہوئے حتیٰ کہ رات ہوگئی اور آرام کرنے کے واسطے لیٹ گئے۔ آج بھی حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا اس طرف گذر ہوا اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو لیٹا ہوا دیکھ کر یہ سمجھا کہ ابھی اس پردیسی کا کام نہیں ہوا اور سفر کے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی لہٰذا آج بھی اس کی خاطر مدارات اور میزبانی کرنا ضروری ہے یہ سوچ کر کل کی طرح پھر اپنے گھر لے گئے اور کھلا پلا کر سلا دیا۔ صبح ہوتے ہی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسجد حرام میں واپس آگئے اور اس روز بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے مقصد کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ مکہ معظمہ آئے ہوئے یہ تیسرا روز ہے لیکن محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کرنے میں خطرہ ہے اور راستہ ہی پر نظر ہے کہ آپ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) آنکلیں اور ملاقات ہو جائے لیکن آج بھی ایسا ہوا حتیٰ کہ رات ہوگئی اور آرام کے لئے لیٹ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ آج بھی اس طرف کو گذرے اور اپنے مہمان کو پھر اسی جگہ پاکر اپنے گھر لے گئے اور کھانے کی تواضع کے بعد سونے کی درخواست کی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تیسرے روز حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان کے مکہ معظمہ آنے کا مقصد دریافت کیا۔

حضرت ابوذر (رضی اللہ تعالےٰ عنہ): - اگر آپ یہ عہد کریں اور یقین دلائیں کہ میرے سوال کا صحیح جواب دینگے تو بتا سکتا ہوں۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ): - میں آپ کو صحیح جواب دونگا اور واقعی بات بتاؤں گا۔

حضرت ابوذرؓ: - مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس شہر میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نام کے کوئی صاحب ہیں جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور سب کے سامنے اپنی دعوت پیش کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ: - بلاشبہ ان کا دعویٰ حق ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔ صبح میں آپ کو اپنے ہمراہ ان کے پاس لے چلوں گا

آپ ایسا کیجئے کہ میرے پیچھے پیچھے (اس انداز میں) چلئے کہ دیکھنے والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ آپ میرے ساتھ ہیں اور میرے ساتھ ہونے میں یہ خطرہ ہے کہ لوگ یہ سمجھ کر کہ آپ محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس جا رہے ہیں آپ کو اذیت پہونچائیں۔ راستہ میں جس جگہ میں خطرہ محسوس کروں گا پیشاب کرنے کے واسطے بیٹھ جاؤں گا (بعض روایات میں ہے کہ میں جوتا درست کرنے لگوں گا) آپ بڑھے چلے جائیں اور میری طرف کوئی توجہ نہ کریں جب میں پیچھے سے آکر آپ سے آگے بڑھ جاؤں تو پھر میرے پیچھے پیچھے چلتے رہیئے اسی طرح ہم دونوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جائیں گے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ صبح ہونے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں پہونچ گئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفتگو سن کر حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اب تو تم اپنی قوم میں واپس چلے جاؤ اور وہاں کو اسلام کی دعوت دیتے رہو۔ جب تم کو یہ اطلاع ملے کہ ہم دشمنوں سے مطمئن ہو گئے اور لوگ بکثرت مسلمان ہو گئے اسوقت چلے آنا۔

کلمۂ حق بلند کرنے پر اذیت پہونچنا

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بڑے بہادر اور دلیر انسان تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی شجاعت اور

دلاوری میں مشہور تھے۔ اپنی اسی غیر معمولی صفت کی وجہ سے چپ چاپ اسلام قبول کر کے اپنی قوم میں واپس چلا جانا نامناسب سمجھا اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ (ابھی نہیں جاتا ہوں) قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس کلمہ کو مشرکوں کے سامنے بلند آواز سے پڑھوں گا۔ یہ کہہ کر مسجد حرام میں آئے اور بلند آواز سے

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پڑھا۔ بھلا مشرکین مکہ کو اتنی تاب کہاں تھی کہ اس کلمہ کو سن کر طیش نہ آتا۔ لہٰذا سنتے ہی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ حضرت ابوذر رض نڈھال ہو کر گر گئے۔ (تقریباً نیم جان ہو جانے پر بھی دشمنوں نے مارنا بند نہ کیا) حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبدالمطلب پہونچ گئے (اگرچہ اس وقت تک حضرت عباس مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر پھر بھی) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لیٹ گئے اور یوں کہہ کر بچایا کہ تمہارا ناس ہو، تم جانتے نہیں ہو کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے، جب تجارت کے لئے ملک شام جاتے ہو تو راستہ میں قبیلہ غفار پڑتا ہے۔ اگر یہ مر گیا تو تمہاری تجارت بند ہو جائے گی۔ کل کو پھر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد حرام میں پہونچ کر زور سے کلمۂ شہادت پڑھ دیا جس کی وجہ سے پھر مشرکین ان پر لوٹ پڑے اور آج بھی خوب مارا، آخر کار اس روز بھی حضرت عباس

پہونچ گئے اور حضرت ابوذرؓ پر لیٹ کر ان کی جان بچائی[۱]۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پٹنے کا واقعہ حلیۃ الاولیاء میں ان کی زبانی یوں نقل کیا گیا ہے کہ میں مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اتنے دن رہا کہ مجھے آپ نے اسلام کی تعلیم اچھی طرح دی اور قرآن شریف کا بھی ایک حصہ میں نے پڑھ لیا، ایک روز ایسا ہوا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ اپنا دین ظاہر کروں؟ اس پر آپ نے فرمایا ایسا کروگے تو تمہارے قتل ہوجانے کا خوف ہے! میں نے عرض

---

[۱] بخاری ومسلم ۱۲ یہاں اشکال کیا جا سکتا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تم واپس چلے جاؤ تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپکے ارشاد پر عمل کیوں نہ کیا اور مسجد حرام میں جاکر کلمہ کیوں پڑھا؟ جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا واپس جانے کو ارشاد فرمانا بطور حکم کے نہ تھا بلکہ شفقۃً فرمادیا تھا کہ ممکن ہے تکالیف برداشت نہ کرسکیں، لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین کے پھیلانے میں خود ہی مصائب وتکالیف کو برداشت فرمارہے تھے اسلئے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی سہولت اور آرام کو اختیار کرنے کے بجائے آپکے اتباع کو ترجیح دی، درحقیقت دین قربانیوں سے ہی چمکا ہے۔ اگر صحابہ چپکے چپکے کلمہ پڑھکر گھروں میں بیٹھ جاتے اور کافروں کو اس کی دعوت نہ دیتے تو اسلام آگے کیسے بڑھتا۔ یہ حضرات پٹتے رہے اور دعوت دیتے رہے حتیٰ کہ پیٹنے والے ہی بعد میں مسلمان ہوکر ان کے احسانمند ہوئے۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ان کا پٹنا ہی دعوت تھا کیونکہ انکے پٹنے سے ہر سمجھدار یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ اگر یہ حق پر نہ ہوتے تو اتنی مصیبت کیوں مول لیتے اور اسلام میں سچائی اور خوبی نہ ہوتی تو اسے قبول کرکے اپنی جان مصیبتوں میں کیوں ڈالتے ۱۲ منہ عفا اللہ عنہ

کیسا کچھ بھی ہو مجھے ایسا ضرور کرنا ہے۔ اگرچہ مجھے اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں تب بھی ایسا ہی کروں گا۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے اور میں مسجد حرام میں پہونچا وہاں حلقے بنائے ہوئے قریش مکہ باتیں کر رہے تھے۔ میں نے بلند آواز سے ان کے سامنے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ دیا، میرا پڑھنا تھا کہ مشرکین کے حلقے ٹوٹ گئے اور مجھے مارنے کو لپٹ گئے اور اسقدر مارا کہ یہ یقین کر لیا کہ یہ مر گیا، پٹتے پٹتے میں خون میں اس طرح تر ہو گیا تھا جیسا کہ سرخ بت ؏ ہوتا ہے، جب مجھے ہوش آیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے میرا حال دیکھکر فرمایا میں نے تم کو منع نہ کیا تھا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے دل میں اظہار حق کا تقاضا ہو رہا تھا میں نے اسے پورا کر دیا اس کے بعد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا رہا حتیٰ کہ ایک روز آپ نے فرمایا جاؤ اپنی قوم میں چلے جاؤ، جب تمہیں خبر ملے کہ مسلمانوں کو خطرہ نہیں رہا اس وقت آجانا۔

قوم میں واپسی

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد نبوی سن کر قوم میں واپس چلے گئے اور پھر غزوۂ خندق کے بعد مدینہ منورہ میں آکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم

؏ ہندوستان کے بت پرستوں میں رواج ہے کہ بت پر سندور مل دیتے ہیں اور سر سے پاؤں تک سرخ کر دیتے ہیں، عرب میں اسی طرح کا کوئی رنگ بت پر لگا دیتے ہونگے ۱۲

سے ملے[1]۔

حرصِ علم حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم کی بڑی حرص تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ نہ کچھ پوچھتے رہا کرتے تھے، ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہؐ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا لکھا تھا؟ آپ نے فرمایا ان میں سب مثالیں تھیں (مثلاً) یہ کہ "اے اقتدار والے بادشاہ تو جو (دنیا دیگر) امتحان میں ڈالا گیا ہے اور (دنیا کی چیزوں سے) دھوکہ کھائے ہوئے ہے میں نے تجھ کو (دنیا میں) اس لئے نہیں بھیجا کہ تو دنیا جمع کرلے اور دولت پر دولت سمیٹتا رہے بلکہ میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے (کہ تو مظلوم کو ظلم سے بچاوے اور اس کا حق ظالم سے دلا دے) تاکہ مظلوم کی بددعا کو میرے پاس پہونچنے سے روک دیوے، کیونکہ میں مظلوم کی بددعا کو نہیں روکتا ہوں اگرچہ وہ کافر ہی ہو اور (ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ایک یہ بات بھی لکھی تھی کہ) عاقل پر ضروری ہے کہ جب تک اس کی عقل موجود ہو (دن رات میں ایسے) اوقات مقرر کرے جن میں سے ایک میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہو اور دوسرے وقت میں اپنے نفس کا حساب لیتا ہو اور تیسرے وقت میں اللہ عزوجل کی کاریگری میں غور کرتا ہو اور چوتھے وقت کو اپنی ضروریات زندگی یعنی کھانے پینے میں خرچ کرتا ہو، (ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ)

---

[1] الاکمال لصاحب المشکوۃ ۱۲

عقلمند کو چاہئے کہ صرف تین مقاصد کے لئے سفر کرے۔ (۱) آخرت حاصل کرنے کے لئے (یعنی آخرت کے عمل کرنے کے لئے)۔ (۲) دنیا کی حاجت دور کرنے کے واسطے کمانے کے لئے (۳) حلال لذت حاصل کرنے کے لئے۔ (ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ) عاقل کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اوقات کی نگہبانی کرے، اپنے حال کی درستگی کی فکر میں رہے اپنی زبان کو قابو میں رکھے اور جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا رہے گا اس کی زبان کم چلیگی اور صرف ضرورت کیلئے زبان کھولیگا۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ ارشاد فرمایا ان میں سب عبرت کی باتیں تھیں (مثلاً) مجھے تعجب ہے کہ جسے موت کا یقین ہے وہ خوش ہوتا ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ جسے دوزخ کے موجود ہونے کا یقین ہے وہ ہنستا ہے (حالانکہ اسے دوزخ سے بچنے کا یقین نہیں ہے) مجھے تعجب ہے کہ جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے وہ مشقت میں اپنی جان ڈالتا ہے (اور دنیا کے لئے مارا مارا پھرتا ہے) مجھے تعجب ہے کہ جس نے دنیا دیکھی اور دنیا والوں کے انقلاب کو دیکھا وہ پھر بھی دنیا میں اطمینان سے رہتا ہے، مجھے تعجب ہے کہ جسے حساب کا یقین ہے وہ پھر بھی (آخرت کیلئے) عمل نہیں کرتا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے سوالوں کا جواب پالیا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمائیے۔

حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ تمہارے ہر کام کی جڑ ہے۔

حضرت ابوذرؓ یارسول اللہ اور فرمایئے۔

حضور اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قرآن شریف کی تلاوت کیا کرو اور اللہ عزوجل کا ذکر کیا کرو اس سے تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمان میں ذخیرہ ہوگا۔

حضرت ابوذرؓ:۔ یارسول اللہ اور فرمایئے۔

حضور اقدس (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم):۔ زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ زیادہ ہنسنے کی وجہ سے دل مردہ ہوجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔

حضرت ابوذرؓ:۔ یارسول اللہ اور فرمایئے۔

حضور اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم):۔ جہاد کیا کرو یہ میری امت کی رہبانیت ہے۔

حضرت ابوذرؓ:۔ یارسول اللہ اور فرمایئے۔

حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم):۔ مسکینوں سے محبت کرو اور ان کے پاس بیٹھا کرو۔

حضرت ابوذرؓ:۔ یارسول اللہ اور فرمایئے۔

حضور اقدس (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) (دنیاوی چیزوں میں) جو تم سے کم ہے اس پر نظر کرو اور جو تم سے بڑھا ہوا ہے اس پر نظر نہ

پہونچاؤ ایسا کرنے سے تم اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری نہ کر سکو گے جو اس نے تم کو عنایت فرمائی ہیں۔

حضرت ابوذر رضؓ:- یا رسول اللہ اور فرمائیے۔

حضور اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم):- حق کہو اگرچہ کڑوا لگے۔

حضرت ابوذر رضؓ:- یا رسول اللہ اور فرمائیے۔

حضور اقدس (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) جو عیب تمہارے اندر ہو ان سے اتنے باخبر رہو کہ دوسروں میں وہ عیب ہو تو دوسروں کی عجب گیری سے رک جاؤ اور جو برائی تم خود کر رہے ہو دوسروں میں وہ برائی دیکھکر غصہ نہ کرو۔ تمہارے عیب دار ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ لوگوں کے ان عیبوں کی خبر رکھنے والے بنو جو خود تمہارے اندر ہیں اور اپنے عیبوں سے انجان بنے رہو اور جن برائیوں میں تم خود پڑے ہوئے ہو دوسروں میں وہ برائیاں دیکھکر ناراضگی ظاہر کیا کرو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ "اے ابوذر تدبیر کی برابر کوئی عقلمندی نہیں اور اللہ نے جن چیزوں سے روکا ہے ان سے بچنے کی برابر پرہیز گاری نہیں اور اچھے اخلاق کی برابر کوئی شرافت نہیں ہے۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] ترغیب عن ابن حبان والحاکم ۱۲

وسلم خود بھی نصیحتیں اور وصیتیں فرماتے رہا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَسْوَدَ وَلَا اَحْمَرَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَهٗ بِتَقْوٰی (کہ تم کسی کالے اور گورے سے بہتر نہیں ہو ہاں اگر تقویٰ میں بڑھ جاؤ تو اور بات ہے[1]) ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے کسی عہدہ پر مامور نہیں فرماتے؟ آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا[2] اے ابوذر تم ضعیف ہو اور عہدہ داری امانت ہے (اس کا پورا پورا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو ہر ایک کے بس کا نہیں ہے) اور قیامت کے روز عہدہ داری رسوائی اور پشیمانی بن جائے گی ہاں اگر کسی نے اسے صحیح صحیح ادا کی اور جو کچھ ذمہ تھا اس کو ٹھیک ادا کر دیا تو وہ رسوائی اور پشیمانی سے بچ جائے گا[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے چھ روز تک یہ فرماتے رہے کہ اے ابوذر خوب سمجھ لینا جو کچھ تم سے آئندہ کہا جائیگا جب ساتواں روز ہوا تو آپ نے فرمایا "میں تمہیں ظاہر اور پوشیدہ (دونوں حالتوں میں) اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، دوسری نصیحت یہ کرتا ہوں کہ جب گناہ کر بیٹھو تو اس کے بعد نیکی (بھی) کرو۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [2] صحیح مسلم ۱۲

(اس سے وہ گناہ مٹ جائے گا) اور کسی سے کچھ سوال نہ کرو، اگرچہ تمہارا کوڑا سواری پر سے گر جائے (تو اسے بھی کسی سے نہ مانگو بلکہ خود اتر کر اٹھالو) اور کسی کی امانت مت رکھو، اور دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ مت کرو[۱] (کیونکہ فیصلہ صحیح کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرے دوست (یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھے سات چیزوں کا حکم دیا ہے (۱) مسکینوں سے محبت کروں اور ان سے قریب رہوں (۲) (دنیا کے بارے میں) اسے دیکھوں جو مجھ سے کم ہے اور اس پر نظر نہ کروں جو مجھ سے زیادہ ہے (۳) صلہ رحمی[۲] کروں اگرچہ رشتہ دار مجھ سے تعلق توڑ لیں، (۴) کسی سے کچھ بھی سوال نہ کروں۔ (۵) حق کہوں اگرچہ کڑوا لگے (۶) اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کروں (۷) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ کی کثرت کروں کیونکہ یہ کلمات عرش کے نیچے کے خزانہ میں سے ہیں[۳]۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نصیحت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن لیتے تھے اس پر خوب ہی عمل کرتے تھے عمران بن حطان کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر رض کی خدمت میں حاضر ہوا تو

---

[۱] رواہ احمد ۱۲ [۲] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [۳] رشتہ داروں سے سلوک کرنے کو صلہ رحمی کہتے ہیں ۱۲

دیکھا کہ ایک سیاہ چادر اوڑھے مسجد میں تنہا بیٹھے ہیں، میں نے عرض کیا اے ابوذر یہ تنہائی کیسی ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے کہ بُرے آدمی کے ساتھ بیٹھنے سے تنہائی اچھی ہے اور نیک آدمی کے ساتھ بیٹھنا تنہائی سے اچھا ہے، اور خیر کی باتیں کرنا خاموش رہنے سے بہتر ہے اور خاموش رہنا برائی کی باتیں کرنے سے بہتر ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر مجھے ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ لوگ اس پر عمل کرلیں تو ان کیلئے کافی ہے وہ آیت یہ ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب[۳]
(یعنی جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے اللہ تنگی سے نکلنے کا راستہ بنادیگا اور وہاں سے روزی دیگا جہاں سے اسے خیال بھی نہو[۱]

ایک مرتبہ ان کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اے ابوذر جب تو شوربا پکاوے تو اس میں پانی زیادہ ڈال دیا کر دپھر پڑوسیوں کا خیال کرکے ان میں تقسیم کردیا کر[۲]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ (مدینہ منورہ سے) باہر (جنگل میں) ساتھ چلے

---

[۱] و [۲] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [۳] سورہ طلاق رکوع اول ۱۲

گئے اس وقت سردی کا موسم تھا اور درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑ کر ہلا دیں جس سے پتے خوب جھڑنے لگے اور آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آواز دی کہا اے ابوذر۔ انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ مسلمان اللہ کی رضاء کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اسی طرح گر جاتے ہیں جیسے یہ پتے اس درخت سے گر رہے ہیں۔[۱]

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک غلام دیا اور وصیت فرمائی کہ اس کے ساتھ خیر کا برتاؤ کیجو، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے آپ سے قبول کر کے آزاد کر دیا، جب آپ نے (کسی روز) سوال فرمایا کہ وہ غلام کیا ہوا تو عرض کیا کہ آپ نے اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت فرمائی تھی لہٰذا میں نے اسے آزاد کر دیا۔[۲]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ کیا تم جانتے ہو یہ (آفتاب) کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں، اس پر آپ نے فرمایا بیشک یہ چلتے چلتے عرش کے نیچے پہونچ کر (خدا کو) سجدہ کرتا ہے اور (حسب عادت مشرق سے) طلوع ہونے کی اجازت چاہتا ہے، اور

---

[۱] احمد ۱۲ [۲] الادب المفرد للبخاری ۱۲

اسے اجازت دیدی جاتی ہے اور ایسا بھی ہونے والا ہے کہ ایک روز یہ سجدہ کرے گا اور اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا اور (مشرق سے طلوع ہونے کی) اجازت چاہے گا اور اجازت نہ دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس لوٹ جا چنانچہ واپس ہو کر مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا پھر فرمایا کہ والشمس تجری لمستقر لها کا یہی مطلب ہے کہ اپنے ٹھکانے تک جا کر مشرق سے نکلتا ہے اور فرمایا کہ اس کا ٹھکانا عرش کے نیچے ہے[1]

حدیث کو سمجھنے کی کوشش

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کچھ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنتے تھے اسے خوب اپنی سمجھ میں بٹھانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ وہ خود ہی ذکر فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ سفید کپڑا اوڑھے ہوئے سو رہے ہیں (میں واپس چلا گیا اور تھوڑی دیر میں) دوبارہ آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے، میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا جو بندہ لا الٰہ الا اللہ کہے گا (یعنی اللہ کو رب مانے گا اور اس کے دین کو قبول کرے گا جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ماننا اور تمام عقائد اسلامی کا ماننا داخل ہے) اور پھر اسی عقیدہ پر مر جائے گا تو ضرور جنت میں داخل ہوگا (چونکہ کلمہ پڑھنے والے بے عمل ہوتے ہیں اور بڑے بڑے گناہ بھی کر لیتے ہیں اس لئے یہ بات سمجھ میں

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲

نہ آئی لہذا) عرض کیا وَاِنْ زَنیٰ وَاِنْ سَرَقَ (اگرچہ کلمہ پڑھنے والا زنا کرے اور چوری کرے تب بھی داخلِ جنت ہو گا)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :- وَاِنْ زَنیٰ وَاِنْ سَرَقَ (ہاں اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے)۔

میں (مکرر) :- وَاِنْ زَنیٰ وَاِنْ سَرَقَ (اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے)۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :- وَاِنْ زَنیٰ وَاِنْ سَرَقَ (ہاں اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے)۔

میں (تیسری بار) :- وَاِنْ زَنیٰ وَاِنْ سَرَقَ (اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے)۔

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم :- وَاِنْ زَنیٰ وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ (ہاں اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے بہرحال داخل جنت ہو گا ابوذر کی ناک مٹی میں مل جانے پر بھی یوں ہی ہو گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذہن اس بات کو قبول نہیں کر رہا تھا کہ زنا اور چوری کرنے کے باوجود جنت میں کیونکر داخل ہو گا اسی لئے بار بار سوال کو دوہرا رہے تھے، جب دو مرتبہ سوال وجواب سے بھی ذہن نے بات قبول نہ کی تو تیسری بار حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ (ابوذر کی ناک مٹی میں ملجانے پر بھی یوں ہی ہو گا) فرمادیا۔ عرب کے محاورہ میں یہ کلمہ ایسے موقعہ پر بولا

سلہ بخاری کتاب مسلم ۱۲

جاتا تھا جبکہ سائل اور مخاطب کسی چیز سے سخت منکر ہو یا کسی واقع ہو جانے
والی چیز کے واقع ہونے کو نہ چاہتا ہو، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے یہ جملہ فرمایا تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کرنا
چھوڑ دیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِی
ذَرٍّ انہیں ایسا پسند آیا کہ جب اس حدیث کو بیان کیا کرتے تھے تو
(بطور فخر) اس کلمہ کو بھی بیان کیا کرتے تھے[1] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ جس کے دل میں ایمان ہے وہ ضرور جنت میں
جائے گا۔ اگر اس نے زنا اور چوری جیسے بڑے بڑے گناہ کیے ہوں گے
تب بھی کبھی نہ کبھی جنت میں ضرور ہی جائے گا اگرچہ گناہوں کی سزا
بھگت کر ہی (جنت میں) جائے مگر جائے گا ضرور۔

تفکر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز روزہ کی عبادت کے
ساتھ متفکر بہت رہتے تھے ان کی وفات کے بعد کسی نے
ان کی والدہ سے دریافت کیا کہ ابوذر کی عبادت کا حال بتاؤ تو انہوں
نے فرمایا کہ دن بھر سوچ میں رہتے تھے[2] قرآن شریف میں آسمان و
زمین کی پیدائش کے سوچنے والوں کو اولوا الالباب یعنی عقلمند فرمایا ہے۔

رفق بالنفس حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نفس سے کام بھی
لیتے تھے اور اسے آرام بھی دیتے تھے کہ ع

مزدور خوش دل کند کار بیش

---

[1] بخاری و مسلم ۱۲ [2] حلیۃ الاولیاء

ایک مرتبہ لیٹنے کے لئے جگہ تلاش فرمارہے تھے، کسی نے دریافت کیا اے ابوذر کیا چاہتے ہو؟ فرمایا سونے کی جگہ چاہتا ہوں، یہ میرا نفس میری سواری ہے اس کو آرام نہ دوں گا تو منزل تک نہ پہونچائے گا۔[۱]

فکر آخرت اور زہد

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخرت کے بہت ہی زیادہ فکرمند اور دنیا سے بہت زیادہ بے رغبت تھے، ہر وقت اسی دُھن میں رہتے تھے کہ آخرت میں اچھے سے اچھا عمل اور عمدہ سے عمدہ مال پہونچادوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو زہد میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے مشابہ فرمایا ہے[۲] ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رض سے سوال فرمایا اے ابوذر کیا تم زیادہ مال پاس ہونے کو مالداری سمجھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! پھر آپ نے سوال فرمایا کیا مال کم ہونے کو فقر سمجھتے ہو؟ عرض کیا ہاں! آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اصل غنی دل کا غنی ہے اور اصل فقر دل کا فقر ہے[۳] الحاصل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے رہتے زاہد بن گئے تھے اور دنیا سے دل برداشتہ ہو گئے تھے ضرورت سے زیادہ مال پاس رکھنے کو بہت ہی بُرا بلکہ آخرت کا وبال سمجھتے تھے اور دوسرں

---

[۱] حلیۃ الاولیاء [۲] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [۳] ترغیب ۱۲

سے بھی یہی چاہتے تھے کہ دولت جمع نہ کریں، کہیں سے مال آتا تھا تو اسے قبول نہ کرتے تھے، ایک روز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کعبہ شریف کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے جب حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نظر پڑی تو فرمایا کعبہ کے رب کی قسم وہ لوگ بڑے ٹوٹے میں ہیں!
حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کن لوگوں کے متعلق فرمارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ بڑے ٹوٹے میں ہیں جو بہت مال والے ہیں، مگر وہ مال والے ٹوٹے میں نہ ہوں گے جو آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے (لپ بھر بھر کر۔ فی سبیل اللہ) خرچ کرتے ہوں، لیکن ایسے کم ہیں۔[۱]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا اے ابوذر کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے آگے (مرنے کے بعد حساب کی) ایک سخت گھاٹی ہے اس پر صرف بغیر بوجھ والے ہی چڑھ سکیں گے، یہ سن کر ایک صاحب نے سوال کیا یا رسول اللہ میں بوجھ والا ہوں یا بغیر بوجھ والا؟ آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس ایک دن کا کھانا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں میرے پاس آج کا کھانا

---

[۱] بخاری و مسلم ۱۲

بھی ہے اور کل کا بھی ہے! آپ نے سوال فرمایا اور پرسوں کا بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں! اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے پاس تین روز کا کھانا ہوتا تو تم بوجھ والے ہوتے۔[1]

جب حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے ایسے ارشادات سنتے رہتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو زاہدانہ دیکھتے رہتے تھے تو پھر مال سے کیوں نہ گھبراتے اور دنیا جمع کرنے سے کیوں نہ دل چراتے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حبیب بن مسلمہ نے تین سو اشرفیاں بھیجیں (اس وقت حبیب بن مسلمہ شام کے امیر تھے) اور یہ کہلا کر بھیجا کہ ان کو آپ اپنی ضرورت میں خرچ فرمالیں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے (قاصد سے) فرمایا واپس لیجا کر انہی کو دیدو۔ کیا انہیں ہمارے سوا اور کوئی نہ ملا جو (مال لے کر) اللہ کے بارے میں دھوکہ میں پڑ جانے والا ہو، ہمارے پاس سایہ ہے (یعنی معمولی سا گھر ہے) جس میں ہم (سردی اور گرمی کے وقت) چھپ جاتے ہیں اور تھوڑی سی بکریاں ہیں جو شام کو دودھ پلادیتی ہیں اور خدمت کے لئے ایک باندی موجود ہے اب ان کے علاوہ اور کچھ لینے سے ڈرتا ہوں۔[2]

ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت ابوذرؓ

---

[1] ترغیب عن الطبرانی ۱۲ [2] حلیہ ابو نعیم۔

تشریف لے گئے اور عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ ربذہ میں جا کر رہوں چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت امیر تھے اس لئے ان سے اجازت لینا ضروری تھا، انہوں نے فرمایا آپ تشریف لیجائیں اور ہم آپ کو صدقہ کے (یعنی بیت المال کے) اونٹوں میں سے کچھ اونٹ بھی دیدینگے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے، ابوذر کے لئے اس کی چند بکریاں کافی ہیں اس کے بعد چلنے کے لئے کھڑے ہوگئے اور فرمایا اپنی دنیا سے تم ہی چپٹے رہو، ہمیں چھوڑ دو اپنے رب کی عبادت کریں اور دین پر چلیں۔[1] ایک مرتبہ کسی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپ جائداد نہیں حاصل کر لیتے جیسے فلاں فلاں شخصوں نے حاصل کر لی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

---

[1] حلیہ ابونعیم عہ یہ بات بہت ہی زیادہ قابل غور اور اپنی زندگیوں میں لینے کے لائق ہے کہ حضرات صحابہؓ گو آپس میں ایک دوسرے سے بعض چیزوں میں اختلاف رکھتے تھے مگر اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کی عظمت اور احترام میں فرق نہ آنے دیتے تھے، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مالداروں کے سخت مخالف ہیں جن میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی داخل ہیں مگر چونکہ وہ امیر ہیں اسلئے مدینہ چھوڑنے کی اجازت لینے کو ان کی خدمت میں آتے ہیں اور وہ صرف اجازت ہی نہیں دیتے بلکہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں اونٹ بھی پیش کرتے ہیں تاکہ آپ اپنی ضرورت پوری کریں حالانکہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مال سے ناراض ہوئے مگر اس کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سمجھ کر کہ ان کا جذبہ بجائے خود صحیح مگر ہمارے ذمہ ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا ہے ان کی خدمت میں اونٹ پیش کر رہے تھے ۱۲

میں دولتمند بن کر کیا کروں گا، مجھے تو بس روزانہ پانی یا دودھ کا ایک گھونٹ ہفتہ بھر میں ایک قفیز گیہوں کافی ہیں[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک صاحب نے کچھ خرچ پیش کیا تو فرمایا ہمارے پاس چند بکریاں ہیں جن کا ہم دودھ پی لیتے ہیں اور دو چار گدھے ہیں جو بوجھ اٹھانے اور سواری کا کام دیتے ہیں اور ایک باندی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور کچھ کپڑا ہے جو پہننے کی ضرورت سے بچا ہوا ہے (اسے سردی اور گرمی کے وقت استعمال کر لیتے ہیں اب بتاؤ کیا ضرورت رہ گئی؟) مجھے ڈر ہے کہ ضرورت سے زیادہ دنیا کی چیزیں پاس رکھنے سے حساب ہوگا[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ دو درہم والے کو ایک درہم والے سے زیادہ سخت حساب دینا ہوگا[3] یہ بھی فرماتے تھے کہ جس روز مجھے اللہ نے پیدا فرمایا ہے اس روز مجھے درخت بنا دیتا جسے کاٹ دیا جاتا اور جس کا پھل کھا لیا جاتا تو اچھا ہوتا[4] (اب انسان بن کر حساب کا فکر ہے درخت ہوتا تو حساب کا فکر تو نہ ہوتا)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک صاحب نے عرض کیا (جو قبیلۂ بنی سلیم میں سے تھے) کہ آپ مجھے اپنی خدمت میں رکھ لیں تاکہ آپ کے فیوض و برکات حاصل کر سکوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا دوست وہ ہے جو میری بات مانے اور میری اطاعت

---

[1] حلیہ ۱۲ [2] حلیہ [3] حلیہ [4] حلیہ [5] قفیز غلہ ناپنے کے ایک پیمانہ کو کہتے تھے ۱۲

کرے اگر تم اطاعت کے لئے آمادہ ہو تو رکھ سکتا ہوں، اس ایمان صاحب نے عرض کیا آپ کس معاملہ میں اطاعت چاہتے ہیں؟ فرمایا جب میں اپنے مال میں سے کچھ خرچ کرنے کو کہوں تو عمدہ سے عمدہ مال خرچ کرنا، ان صاحب نے یہ شرط منظور کر لی اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہنے لگے۔

ایک روز کسی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلانی جگہ پانی پر (کسی چشمہ یا تالاب کے کنارہ) کچھ لوگ رہتے ہیں جو بیچارے بھوکے اور محتاج ہیں (ان کے لئے کچھ سامان کر دیا جائے تو اچھا ہے) یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان صاحب سے (جو قبیلہ بنو سلیم کے ان کی خدمت میں رہتے تھے) فرمایا کہ میرے اونٹوں میں سے ایک اونٹ لے آؤ۔ وہ صاحب اٹھے اور اونٹوں کے پاس پہونچے تو ایک اونٹ بہت ہی عمدہ جو نہایت قیمتی اور سواری کے کام کا تھا ان کی نظر پڑا، چونکہ اس وعدہ پر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہتے تھے کہ جب وہ اپنے مال میں سے کسی چیز کے خرچ کرنے کو فرمائیں گے تو عمدہ سے عمدہ خرچ کریں گے اس لئے اسی اونٹ کو لیجانے کا ارادہ کر لیا مگر پھر خیال آیا کہ یہ اونٹ بہت کارآمد ہے، غریبوں کے کھانے کی ضرورت تو اس کے علاوہ دوسرے اونٹ سے بھی پوری ہو جائے گی اور یہ اونٹ کسی ضرورت کے موقعہ پر حضرت

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متعلقین کے کام آجائے گا، لہٰذا انہوں نے اسے چھوڑ کر دوسری اونٹنی لے لی جو اس اونٹ کے علاوہ باقی سب اونٹوں سے اچھی اور بہتر تھی، اس اونٹنی کو لے کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم نے خیانت کی، یہ سنتے ہی وہ صاحب خیانت کا مطلب سمجھ گئے اور فوراً واپس ہو کر وہی اونٹ لے آئے جو سب سے اچھا تھا اور اس اونٹنی کو باندھ آئے۔

جب اس اونٹ کا گوشت ان غریبوں تک پہنچوا دیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان صاحب سے فرمایا کہ تم نے میری (عمدہ مال خرچ کرنے کی) وصیت پر جان بوجھ کر عمل نہیں کیا یا تم بھول گئے تھے؟ اگر بھول گئے تھے تو خیر معذور ہو، اس پر ان صاحب نے عرض کیا کہ میں بھولا تو نہیں تھا، اول میں نے اسی اونٹ کو لانے کا ارادہ کیا تھا مگر خیال آیا کہ یہ بہت ہی کارآمد ہے، اور آپ کو اس کی اکثر ضرورت رہتی ہے اسے چھوڑ کر اونٹنی لانے کی صرف یہی وجہ تھی، فرمایا محض میری ضرورت سے چھوڑا تھا؟ انہوں نے عرض کیا محض آپ کی ضرورت سے چھوڑا تھا، فرمایا تمہیں اپنی ضرورت کا دن بتاؤں؟ سنو! میری ضرورت کا دن وہ ہوگا جس روز قبر کے گڑھے میں تنہا ڈال دیا جاؤں گا۔ درحقیقت وہی دن میری ضرورت اور حاجت کا ہوگا، پھر فرمایا اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (تم ہرگز نیکی کے کامل

درجہ کو نہیں پہونچ سکتے جب تک ایسی چیزوں سے خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب ہیں) لہٰذا جو مال مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے میں اس کو اپنے لئے آگے چلتا کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ میرے لئے جمع رہے[لے]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ لوگ موت کے لئے پیدا ہوتے ہیں اور ویران ہونے کے لئے تعمیر کرتے ہیں اور جو چیز فنا ہو جائے گی اس کی حرص کرتے ہیں اور جو باقی رہے گا اسے چھوڑ رہے ہیں (پھر فرمایا) خبردار موت اور تنگ دستی بہت ہی اچھی چیزیں ہیں جنکو مکروہ سمجھا جاتا ہے[تے]

ایک صاحب حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھر میں ادھر ادھر دیکھنے لگے مگر کچھ سامان نظر نہ آیا بالآخر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اے ابوذر تمہارا سامان کہاں ہے؟ فرمایا ہمارا ایک اصلی گھر ہے اپنا عمدہ سے عمدہ سامان وہیں کو بھیجتے رہتے ہیں، ان صاحب نے عرض کیا یہ تو ٹھیک ہے مگر دنیا میں رہنے کے لئے بھی تو کچھ نہ کچھ سامان کی ضرورت ہے! یہ سن کر فرمایا اس مکان کا مالک ہمیں یہاں نہیں چھوڑے گا[تے] (پھر یہاں سامان کیوں رکھیں)۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک مرتبہ ابواسماء تشریف لے گئے اس وقت حضرت ابوذر ربذہ میں قیام پذیر تھے اور

لہ درمنثور ۱۲ ٹہ حلیۃ الاولیاء ۱۲ تہ صفۃ الصفوۃ ۱۲

ان کی بیوی ان سے دنیا حاصل کرنے کا مطالبہ کر رہی تھی۔ ابو اسماء سے حضرت ابوذر رضؓ نے فرمایا دیکھو تو یہ میری بیوی مجھ سے کیا کرانا چاہتی ہے؟ کہتی ہے کہ میں عراق چلا جاؤں اور وہاں لوگ مجھے بہت ساری دنیا دیدیں (بھلا میں ایسا کیونکر کر سکتا ہوں) حالانکہ میرے دوست (سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھے یہ بتایا ہے کہ دوزخ کے پل سے ورے (میدان حساب میں) پھسلن والا راستہ ہوگا۔ اس راستہ میں بوجھ والے مشکل سے گذریں گے لہٰذا میں اس پھسلن والے راستہ میں بوجھ لے کر کیوں پہونچوں (حساب کے میدان میں پھسل کر گرنا اور جنت سے اٹکنا کہاں کی سمجھداری ہے؟) اب اگر ہم اس راستہ میں اس حال میں پہونچیں کہ ہمارا بوجھ چلنے کے قابل ہو اور ہماری سواری تندرست ہو اس سے بہتر ہے کہ ہم ہلکے پہونچکر اس راستہ سے نجات پا جائیں۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بھی کوشش تھی کہ جس حال میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھوڑ کر تشریف لے گئے اسی حال میں رہوں اور جتنا مال اس وقت پاس تھا اسی قدر اپنے پاس رکھوں۔ حضرات صحابہ کو خطاب کرکے خود فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب میں ہی بیٹھوں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

---

[1] الترغیب والترہیب ۱۲

سنا ہے کہ قیامت کے روز میرے پاس بیٹھنے والوں میں سب سے زیادہ
قریب وہ ہوگا جو دنیا سے اس حال میں جائے گا جس حال میں میں نے
اسے چھوڑا ہے، اب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے علاوہ تم سب نے کچھ نہ
کچھ دنیا (اس سے زیادہ) ضرور پکڑ رکھی ہے (جو اس وقت تھی کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تھے [1]

بارگاہ رسالت میں حاضر باشی

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمہ وقت رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کی کوشش کیا کرتے
تھے اگر آپ مسجد میں تشریف فرما نہوتے تھے تو آپ کے دولتکدہ
پر پہونچ جایا کرتے تھے جیسا کہ پہلے ایک واقعہ گذر چکا ہے، اور
سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان کو کبھی کبھی خود ہی طلب فرما
لیا کرتے تھے، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ہی روایت
فرماتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
ملا آپ نے ضرور مصافحہ فرمایا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ نے مجھے
بلانے کے لئے آدمی بھیجا، اس وقت میں اپنے گھر [2]
موجود نہ تھا۔ جب میں گھر آیا تو معلوم ہوا کہ مجھے آپ نے بلوایا تھا،
لہٰذا میں فوراً ہی حاضر خدمت ہوا۔ آپ تخت پر تشریف رکھتے

---

[1] احمد و طبرانی ۱۲ [2] معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری دور میں حضرت ابوذر گھر بار والے ہو گئے تھے ۱۲

تھے، میں جیسے ہی پہونچا آپ نے چپٹا لیا - اس وقت کی لذت کیا بیان کروں بڑی ہی عمدہ اور ناقابل بیان تھی [1]

دلیری اور حق گوئی

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے جری اور دلیر آدمی تھے، جاہلیت کے زمانہ میں تن تنہا رہزنی کیا کرتے تھے [2] جب اللہ جل شانہ نے انہیں اسلام کی دولت سے نوازا تو وہ دلیری کی صفت اسلام کے کام آئی - ایک مرتبہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے ابوذر تم کیا کروگے جب میرے بعد ایسے امیر ہوں گے جو فیئ [ع] کے مال کو خود ہی رکھ لیں گے اور دوسروں کو نہ دیں گے، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا قسم اس ذات کی جس نے آپکو حق دے کر بھیجا ہے اپنے کاندھے پر تلوار رکھکر چلدوں گا اور ان سے جہاد کروں گا حتیٰ کہ آپ سے ملاقات کروں گا یعنی مرجاؤں گا آپ نے فرمایا اس سے بہتر عمل بتاؤں؟ وہ یہ ہے کہ مجھ سے ملاقات کرنے تک صبر کرنا [3] یعنی لڑیو بھڑیو مت، بلکہ ان کی بے عنوانی پر صبر کیے رہنا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی دلیری اسلام کے کام آئی اور

---

[1] مشکوٰۃ ۱۲ [2] صفۃ الصفوہ ۱۲ [3] ابوداؤد ۱۲ [ع] فیئ وہ مال جو کافروں سے جہاد کئے بغیر لیا جاتا ہے جیسے خراج اور جزیہ سا اور جو مال جہاد کر کے کیا جاتا ہے اسے غنیمت کہتے ہیں ۱۲ -

حق گوئی میں بڑے بے نظیر ثابت ہوئے۔ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا[1]۔
اور لَا تَخَفْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ[2] پر خوب ہی عمل کرتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ عثمانؓ کی طرف سے جو صدقہ وصول کرنے والے مقرر ہیں وہ ہم پر زیادتی کرتے ہیں آپ فرمائیں تو ہم اپنے مال کا اتنا حصہ ان سے چھپالیں جو انہوں نے ہم سے زیادہ لے لیا ہے (لہٰذا اب جو آئندہ صدقہ وصول کریں گے تو ہمارے پاس جو پوشیدہ مال ہوگا اس کا صدقہ نہ لے سکیں گے اور اس طرح سے ہم ظلم سے بچ جائیں گے) یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایسا نہ کرو سارا مال ان کے سامنے رکھکر یوں کہہ دو کہ جو واجب ہو وہ لے لو اور جو ناحق کے لینے میں آجاتا ہو اسے چھوڑ دو، اب اس کے بعد جو وہ زیادتی کریں گے قیامت کے روز تمہاری ترازو میں موجود ہوگی، وہیں ایک قریشی نوجوان کھڑے تھے انہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو امیر المومنین نے فتویٰ دینے سے نہیں روکا ہے؟ ممانعت کے بعد آپ نے فتویٰ دینے کی جرأت کیوں کی؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو میرا نگراں ہے! قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گلا کاٹنے کے لئے میرے حلق پر تلوار رکھ دو گے تب بھی اگر یہ سمجھوں گا کہ گلا کٹنے سے پہلے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] حق کہو اگرچہ کڑوا لگے [2] اللہ کے معاملہ میں ملامت کرنیوالے کی ملامت کا خوف نہ کرو۔

علیہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی بات کہہ سکتا ہوں تو اس وقت بھی کہہ کر رہوں گا۔[۱]

ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہونچے اس وقت ہاتھ میں لاٹھی لیئے ہوئے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کعب احبار بھی موجود تھے (جو بڑے عالم تھے) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعب احبار سے دریافت کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف کی وفات ہو گئی ہے اور بہت سا مال چھوڑ گئے ہیں بتاؤ اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟ کعب احبار نے جواب دیا اگر وہ اس مال سے اللہ کا حق ادا کرتے تھے تو (مال جمع کرنے اور چھوڑ جانے میں) کچھ حرج نہیں ہے یہ سنتے ہی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طیش آگیا اور کعب احبار کے لاٹھی ماری اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ اس (احد) پہاڑ کی برابر میرے پاس سونا ہو اور پھر اسے خرچ کردوں اور اس کا خرچ کرنا اللہ کے یہاں مقبول بھی ہو جاوے اور اس میں سے چھ اوقیہ سونا چھوڑ کر دنیا سے جاؤں (یعنی سونے کا پہاڑ صدقہ کرنے اور اس کے قبول ہو جانے پر بھی مجھے یہ ناپسند ہے کہ اپنی ملکیت میں چھ اوقیہ سونا چھوڑ کر دنیا سے جاؤں)۔ حدیث بیان کر کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں سچ بتاؤ کیا تم نے یہ ارشاد خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے پھر تین مرتبہ اسی طرح قسم دلا کر فرمایا!

---

[۱] حلیۃ الاولیاء ج ۱

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جی ہاں میں نے سنا ہے ۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھوڑا بہت ضرورت کے موافق مال اور سامان رکھنے کے قائل تھے ، زیادہ رکھنے سے سخت ناراض اور بیزار تھے ، اور صرف اپنی ذات سے بیزار رہنے پر راضی نہ تھے بلکہ سب کو اسی حال میں دیکھنا چاہتے تھے اور اس بارے میں بہت زیادہ آگے بڑھ گئے تھے حتیٰ کہ جب حضرت ابوذر کسی مجمع میں اگر بیٹھتے تھے تو لوگ وہاں سے اٹھ جاتے تھے اور انہیں تنہا چھوڑ کر چل دیتے تھے۔ کسی نے عرض کیا یہ کیا بات کہ جب آپ کہیں بیٹھتے ہیں تو لوگ آپ کو چھوڑ کر چل دیتے ہیں؟ اس پر ارشاد فرمایا اِنِّیْ اَنْہَاھُمْ عَنِ الْکُنُوْزِ (میں ان کو خزانے جوڑنے سے روکتا ہوں)۔ درحقیقت کعب احبار کا فتویٰ صحیح تھا اور تمام صحابہ و تابعین اور پوری امت کا یہی فتویٰ ہے مگر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ سب سے جدا تھا۔ وہ سرے سے جمع کرنے کے قائل ہی نہ تھے اور جو حدیثیں اپنی دلیل میں پیش کرتے تھے دوسرے حضرات ان کا انکار نہ کرتے تھے مگر فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارا مال خرچ کر دینے پر زور دیتے تھے اور اتنا ضروری سمجھتے تھے جیسے قرض کا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے اور دوسرے صحابہ یہ کہتے تھے کہ کوئی سارا ہی بانٹ دے اور لوگوں پر خرچ کر دے تو بہت ہی اچھی بات ہے جس کے بڑے بڑے اجر آخرت میں ملیں گے مگر یہ فرض نہیں ہے ، اگر کوئی مال میں

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲

سے وہ حقوق ادا کرتا رہے جو شریعت نے اس پر واجب کئے ہیں۔ اور حلال مال پاس رکھے تو شرعاً ایسا کرنا جائز ہے۔

جذبۂ نصیحت وموعظت

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پند و نصیحت کا بڑا جذبہ تھا یہ چاہتے تھے کہ سب اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں اور آخرت کے فکرمند بن جائیں۔ ایک مرتبہ کعبہ شریف کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا کہ "اے لوگو! میں جندب غفاری ہوں، آؤ ناصح اور مشفق بھائی کی بات سنو! یہ سنتے ہی لوگوں نے انہیں گھیر لیا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو فرمایا بتاؤ اگر کوئی تم میں سے سفر کا ارادہ کرے تو کیا اتنا سامان نے کر نہیں چلتا جو اسے منزل تک اچھی طرح آسانی سے نہ پہنچنے دے۔ حاضرین نے جواب دیا جی ہاں ضرور لینا ہے! فرمایا بس تو سمجھ لو قیامت کے راستہ کا سفر ان سارے سفروں سے زیادہ بعید (دور) ہے جن کے تم ارادے کر رہے ہو، اس سفر کے لئے اتنا لے لو جو تمہارے کام آئے! حاضرین نے سوال کیا کیا کام آئے گا؟ فرمایا قیامت کی پریشانیوں سے بچنے کے لئے حج کرو، اس روز کی سخت گرمی سے محفوظ رہنے کے لئے سخت گرم دن کا روزہ رکھو، قبروں کی وحشت دور کرنے کے لئے رات کے اندھیرے میں دو رکعت (تہجد کی) پڑھا کرو، اچھی بات کہنا یا بری بات کہنے سے رک جانا بڑے مشکل کے دن کے قیام میں مدد دے گا (جبکہ حساب کے لئے بارگاہ الٰہی میں کھڑا ہونا ہو گا) اپنا مال کا صدقہ کرو تاکہ مشکل گھڑی سے

بچ جاؤ"۔ اپنی دنیا کے بس دو حصے کرو، ایک حصہ طلب آخرت کا اور دوسرا طلب حلال کا۔ ان دو کے علاوہ تیسرا حصہ (کسی اور کام میں لگاؤ گے تو) تمہیں نقصان دے گا نفع نہ دیگا۔ اس تیسرے کا ارادہ نہ کرو۔ اپنے مال کے دو حصے کرو، ایک حصہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو، دوسرا آخرت کے لئے پہلے سے بھیجدو، ان دو کے علاوہ تیسرا حصہ (کسی اور جگہ لگاؤ گے تو) تمہیں نقصان دے گا نفع نہ دیگا۔ اس تیسرے کا ارادہ نہ کرو۔ اس کے بعد بلند آواز سے فرمایا اے لوگو! تم کو ان چیزوں کی حرص نے ہلاک کردیا جو تمہیں کبھی نہ ملیں گی[1]

مصاحبت رسول اللہؐ

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع میں مکہ معظمہ آکر مسلمان ہوئے اور کچھ روز وہاں قیام کر کے اپنی قوم میں واپس چلے گئے تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ پھر غزوۂ خندق کے بعد مدینہ منورہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ غزوۂ خندق ۵ھ میں ہوا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرما کر عالم بالا کا سفر اختیار فرمایا تھا اس حساب سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں پانچ سال رہے، ان پانچ سال میں انہوں نے بڑے بڑے علوم حاصل کئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کو بہت ہی زیادہ غنیمت جانتے تھے اور ہمہ وقت ساتھ رہنے کی کوشش کرتے تھے اور آپ سے کچھ نہ کچھ پوچھتے ہی رہتے

[1] لصفۃ الصفوۃ ۱۲

تھے، گھر در کچھ بھی نہ تھا مسجد ہی میں سویا کرتے تھے ان کو اصحاب صفہ میں بھی شمار کیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ابوذر مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنا پاؤں مار کر انہیں جگایا اور فرمایا کہ تم مسجد میں سوتے ہو؟ عرض کیا اور کہاں سوؤں میرا کوئی گھر مسجد کے علاوہ نہیں ہے۔ یہ جواب سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہیں ان کے پاس بیٹھ گئے[1]

ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں پیٹ کے بل سوتا ہوا دیکھ کر اپنے مبارک پاؤں سے جگایا اور فرمایا ارے جندب یہ تو دوزخیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے، دوسری روایت میں ہے کہ اس طرح شیطان لیٹتا ہے[2]

ربذہ میں قیام

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد (یہ نہ معلوم ہو سکا کہ خلافت صدیقی میں یا فاروقی میں) شام چلے گئے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہونے تک وہیں رہے، شام کے اثنائے قیام میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک آیت کے مطلب میں اختلاف ہو گیا۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوذر رضہ کی شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ

---

[1] حلیۃ الاولیاء ۱۲ [2] حلیۃ الاولیاء، مشکوۃ شریف ۱۲

عنہ نے حضرت ابوذر کو بلا لیا۔ جب وہ مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے
ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور بہت بڑا مجمع جمع ہوگیا، گویا انہوں
نے حضرت ابوذر کو کبھی دیکھا ہی نہ تھا، یہ کیفیت حضرت عثمان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے گوش گذار کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اے ابوذر اگر تم چاہو
تو یہاں سے (یعنی مدینہ منورہ سے) علیحدہ ہو کر (ربذہ میں) رہنے لگو
اس طرح تم ہمارے قریب بھی رہوگے (اور کثیر مجمع سے بھی محفوظ رہوگے)
اسی وجہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربذہ میں رہنے لگے تھے،
تادمِ آخر وہیں رہے اور وہیں وفات پائی۔ بعض روایات میں ہے کہ
حضرت ابوذر رض جب (شام سے) آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے فرمایا کہ آپ میرے پاس رہیں صبح شام آپ کی خدمت میں
اونٹنیاں پہونچ جایا کریں گی (ان کا دودھ پیا کریں)۔ حضرت ابوذر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے تمہاری دنیا کی کچھ ضرورت نہیں ہے،
آپ مجھے ربذہ میں قیام کرنے کی اجازت دیدیں۔ چنانچہ حضرت عثمان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دیدی اور انہوں نے ربذہ میں قیام فرمالیا۔[1]

اولاد

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد بھی تھی مگر زندہ نہ رہتی
تھی ایک لڑکی کا زندہ رہنا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے،
کسی نے ان سے کہا کہ آپ کی اولاد زندہ نہیں رہتی تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

---

[1] از صفۃ الصفوۃ ۱۲ ربذہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین منزل دور ہے، حضرت
ابوذر رض کی وہیں قبر ہے ۱۲

اَلَّذِیْ یَاْخُذُھُمْ فِیْ دَارِ الْفَنَاءِ وَیَدَّخِرُھُمْ فِیْ دَارِ الْبَقَاءِ

(سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو ان کو فنا کے گھر میں لے لیتا ہے اور بقا والے گھر میں ذخیرہ بناتا ہے) [1]

وفات حضرت ابوذر رضی اللہ تعالے عنہ نے خلافت عثمانی رضؓ کے دور میں ۳۲ھ میں وفات پائی، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کی اہلیہ محترمہ رونے لگیں، پوچھا کیوں روتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا میں اس لئے رو رہی ہوں کہ میں آپ کا گور و کفن انجام دینے سے قاصر ہوں اور میرے پاس کوئی ایسا کپڑا بھی نہیں ہے جس سے آپ کا کفن دیا جا سکے۔ فرمایا روؤ نہیں! کیونکہ میں نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم میں سے ایک شخص جنگل میں وفات پائے گا اور اس کے جنازہ میں ایمان والوں کی ایک جماعت شریک ہوگی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس مجلس میں یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے اس میں جتنے صحابی موجود تھے ان میں سے ہر ایک کسی جماعت میں یا بستی میں وفات پا چکا ہے، میرے سوا اب کوئی باقی نہیں ہے اور اب میں جنگل میں مرنے والا ہوں (اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا ارشاد سچا ہے اس لئے ضرور ایک جماعت یہاں پہونچے گی) تم راستہ پر نظر رکھو ابھی دیکھو گی کیا ہوتا ہے؟ اللہ کی قسم میں نے نہ جھوٹ بولا ہے اور نہ کسی نے مجھے کبھی جھوٹا بنایا ہے؟ یہ سن کر اہلیہ محترمہ نے کہا کہ (بظاہر تو کوئی شکل سمجھ میں نہیں آتی) یہ کیسے ہوگا؟ اب تو حاجیوں

کا آنا جانا بھی بند ہو چکا ہے، فرمایا تم راستہ پر نظر رکھو، چنانچہ وہ ٹکٹکی باندھ کر راستہ کی طرف دیکھتی رہیں - دیکھتے ہی دیکھتے (دور سے) ایک جماعت آتی ہوئی نظر پڑی جو پرندوں کی طرح بڑی تیزی سے اپنی سواریوں پر چلی آرہی تھی، وہ لوگ آکر ان کے پاس کھڑے ہوگئے اور پوچھا کس فکر میں کھڑی ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ ایک مسلمان ہے (جو قریب الموت ہے) تم اس کو کفنا دو، اس میں تم کو اجر ملے گا، پوچھا کون ہے؟ جواب دیا ابوذر ہیں! یہ سنتے ہی ان لوگوں نے اپنے کوڑے سواریوں کی گردنوں میں لٹکا دیئے اور حضرت ابوذر رضؓ کی طرف یہ کہتے ہوئے جلدی سے لپکے کہ ابوذر رضؓ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں - حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا آؤ تمہیں خوشخبری سناؤں تمہارے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا (کہ ایک شخص جنگل میں وفات پائے گا اور ایمان والوں کی ایک جماعت اس کے جنازہ میں شریک ہوگی - اب میں رخصت ہونے والا ہوں اور تم آگئے ہو) اگر میرے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا ایسا ہوتا جو میرے کفن کے کام میں آسکتا تو میں اسی کو اپنا کفن بناتا (اب میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے تم مجھے کفن دیدو مگر) خدا کی قسم دلا کر کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص مجھے کفن نہ دیوے جو (کسی امیر کا مخبر یعنی) عہدہ یا خود امیر یا کسی (امیر کا) قاصد رہا ہو (یہ اسی وجہ سے فرمایا کہ حکومت والوں کو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برا جانتے تھے لہٰذا ان کے

کپڑے کا کفن بھی پسند نہ فرمایا) اب جوان لوگوں نے خیال کیا تو ایک انصاری نوجوان کے سوا سب ہی تینوں عہدوں میں سے کسی نہ کسی پر مامور رہ چکے تھے، اس انصاری نوجوان نے کہا کہ میرا کفن آپ قبول فرمائیں گے (کیونکہ میں تینوں عہدوں سے بری ہوں اور) میرے پاس گٹھڑی میں میری والدہ کے کاتے ہوئے سوت کے دو کپڑے موجود ہیں، ایک کپڑا یہ ان دونوں میں سے لگا دوں گا جو اس وقت میرے استعمال میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں تم میرے مزاج کے ہو تمہارا کفن منظور ہے [1]

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے غسل دے کر اور کفنا کر راستہ میں رکھ دینا اور اسکے بعد جو سب سے پہلی جماعت مسافروں کی گذرے تو ان سے کہنا کہ ان کو دفن کرا دو (چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جماعت کے ساتھ عراق سے آتے ہوئے وہاں سے گذرے اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھی [2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربذہ ہی میں دفن کیے گئے،

رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ وادخلہ من الفردوس اعلاہ وسقاہ من انہارہا وارواہ +

---

[1] ترغیب عن احمد والبزار ۱۲

[2] حلیۃ الاولیاء وصفۃ الصفوۃ ۱۲

کیا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمیونسٹ تھے؟

(از محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مختصر طور پر جو ہمیں لکھنا تھا لکھ چکے لیکن انکی زندگی کے حالات لکھنے کے ساتھ ساتھ اگر ایک بات کا ذکر چھوڑ دیا جائے تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سراسر ظلم ہوگا اسلیئے اسکا ذکر کرنا ضروری ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی نئی تحریک چلتی ہے تو خواہ وہ سراسر کفر و الحاد ہی کیوں نہو اسے اسلام کی طرف منسوب کرنیکی کوشش کیجاتی ہے اور دھوکہ دینے کیلیئے یہ کہا جاتا ہے کہ اس بارے میں جو اسلام کہتا ہے ہم اسی کو چاہتے ہیں۔

اس دور میں جبکہ ہر طرف سے کمیونزم کی دعوت اٹھ رہی ہے اور لوگ اسے ایک اقتصادی نظام سمجھ کر قبول کر رہے ہیں تو مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلیئے کمیونزم کو اسلام کے سر تھوپا جا رہا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسلام نے جو مساوات بتائی ہے کمیونزم اسی کا نام ہے اور سب سے پہلا کمیونسٹ جو دنیا میں گذرا ہے وہ (حضرت) ابوذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے، اس دھوکہ میں آکر بڑے بڑے نمازی اور اسلام کے شیدائی کمیونزم کے حامی ہو جاتے ہیں اور شدہ شدہ جب انکے ذہن و دماغ پر کمیونزم کا اچھی طرح غلبہ ہو جاتا ہے تو نماز روزہ چھوڑ دیتے ہیں اور عقائد اسلام بھی ترک کر دیتے ہیں اور سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بجائے لینن و اسٹالن اور مارکس ہی کا دم بھرنے اور نام جپنے لگتے ہیں۔

جب بھی کوئی تحریک اٹھتی ہے تو اسلام اسکے مقابلہ میں آجاتا ہے اور اسلام والے اسکے خلاف فتوے دینے لگتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ اسلام ایک ہمگیر نظام ہے جو انسانی زندگی کے

ہر شعبہ کے احکام بتاتا ہے، اسنے زراعت کے احکام بھی وضع کئے ہیں اور سیاست کے قوانین بھی، تجارت کے اصول وضوابط بھی بتائے ہیں اور ملازمت کے بھی، معاشرت کے طریقوں سے بھی باخبر کیا ہے اور عبادات وعقائد کا بھی ذمہ دار ٹھیرایا ہے، اسلام نے اقتصادی نظام بھی وضع کیا ہے اور مالیات کے کمانے اور خرچ کرنے کے اصول سے باخبر کر کے عمل کرنیکی ذمہداری بھی سر ڈالدی ہے۔ چونکہ ہر نئی غیر اسلامی تحریک اسلام کے کسی نہ کسی شعبہ کے نظام کے مخالف ہوتی ہے اسلئے اس تحریک کو غیر اسلامی بتانا ضروری ہوتا ہے۔ جو لوگ کمیونزم کو قبول کر رہے ہیں اور کمیونسٹ ہوتے ہوئے اپنے کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ زبردست دھوکہ میں ہیں۔ بھلا وہ شخص مسلمان کیونکر ہوسکتا ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے اقتصادی نظام کو ناقابل عمل سمجھتا ہو اور لینن کے بنائے ہوئے نظام کو اسلام کے اقتصادی نظام پر ترجیح دیتا ہو۔ اسلام کے اقتصادی نظام کو چھوڑ کر کمیونزم کو اپنانے اور دنیا میں اسے چالو کرنیکی کوشش کرنے کا مطلب صرف یہی نکلتا ہے کہ "اسلام میں اقتصادیات کا نظام صحیح نہیں ہے" جو سراسر کفر والحاد ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کمیونزم دنیا میں کسی نہ کسی جگہ چالو ہے اور اسلام کا نظام اسوقت کہیں چالو نہیں ہے، اسلئے کمیونزم کی حمایت کرتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ کمیونزم کے چالو کرنے کیلئے بڑے خون بہائے گئے ہیں اور جانوں کی بازیاں لگائی گئی ہیں، اگر اسلام کے نظام کو جاری کرنیکی کوشش کی جاوے تو بہت تھوڑی سی محنت کرنے سے چالو ہوسکتا ہے، کمیونزم کو تو اول منوانا پڑتا ہے اور دلوں میں اتارنے کی زبردست کوشش کیجاتی ہے پھر انسان اسکی حمایت کیلئے تیار

ہوتے ہیں، لیکن اسلام کو تو دنیا کی بہت بڑی بھاری تعداد مانتے ہوئے ہے اور اسکو زندہ بھی دیکھنا چاہتی ہے اگر انکو اسلام کے زندہ کرنیکی کوشش پر لگادیا جائے تو تھوڑے عرصہ میں اسلامی نظام زندہ ہو سکتا ہے، یہ تو کوئی معقول بات نہیں ہے کہ چونکہ حق دنیا میں چالو نہیں اسلئے باطل کو رواج دینے کی کوشش میں لگ جائیں۔

کمیونسٹ یہ کہکر بھی دھوکہ دیتے ہیں کہ "ہم مذہب پر عمل کرنیسے نہیں روکتے ہم تو صرف اقتصادی نظام لیکر کھڑے ہوئے ہیں کوئی اسپر عمل کرے یا نہ کرے ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں" یہ بات سنکر لوگ دھوکہ کھاجاتے ہیں جسکی وجہ صرف یہ ہے کہ صرف نماز روزہ ذکر وتسبیح کو مذہب سمجھا جاتا ہے باقی انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو مذہب سے خارج سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، دوسرے مذہبوں میں یہ بات ضرور ہے کہ دو چار باتوں پر عمل کرلیا اور دھرم پورا ہو گیا آگے اقتصادیات میں بھی آزادی ہے اور تجارت کے طریقوں میں بھی، زراعت کرنے میں بھی اسپر کوئی مذہبی پابندی نہیں لگائی اور معاشرت وسیاست کے اصول کا بھی انکو پابند نہیں کیا، لیکن اسلام میں یہ بات ہرگز نہیں ہے، اسلام نماز روزہ ذکر وتسبیح میں بھی ہے اور تجارت و زراعت میں بھی ہے، معاشرت وسیاست میں بھی اسلام ہے اور اقتصادیات میں بھی، غرضکہ اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر مشتمل ہے، کسی شعبہ میں بھی غیر اسلامی نظام کو قبول کرلینا اسلام کو چھوڑ دینا ہے اسے خوب سمجھ لیا جائے۔

یہ بھی یہ بات کہ اسلام کا اقتصادی نظام اور کمیونزم دونوں ایک ہی چیز ہیں اور اسلامی مساوات کا دوسرا نام کمیونزم ہے سو یہ بھی سراسر غلط اور مکروفریب ہے، کمیونزم تو یہ ہے کہ طاقت کے ذریعہ سرمایہ داروں سے روپیہ اور جائیداد لیکر قومی ملک بناکر گورنمنٹ کے

حوالہ کردی جائے اور سبکو اس چھینے ہوئے سرمایہ میں برابری کا حق دیدیا جائے، اور اسلام اس نظریہ کا سراسر مخالف ہے، اسلام انفرادی ملکیت سے بالکل منع نہیں کرتا، وہ فقر کی بھی اجازت دیتا ہے اور مالدار رہنے کو بھی جائز بتاتا ہے اور فقر و غنی دونوں حالتوں کے ایسے احکام کی تعلیم دیتا ہے کہ اپر عمل کر لیا جائے تو ساری دنیا سے دکھ درد کافور ہو جائے اور امن چین کی زندگی نصیب ہو لیکن زبردستی کسی کے مال کو لیکر قومی ملک بنانے کا ہرگز قائل نہیں ہے، اسلام کے عہد اول میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس اسلامی نظام کو چلا رہے تھے صحابہ میں عثمان غنی اور عبد الرحمن بن عوف اور دیگر اہل ثروت بھی تھے اور ابو ہریرہ جیسے تنگدست بھی تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان و عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مال چھین کر فقراء پر خرچ نہیں کیا۔ بدر کا موقعہ ہے مالی حالت کمزور ہے لیکن زبردستی کسی کا مال نہیں لیا جاتا بلکہ چندہ کی اپیل کیجاتی ہے انہیں اپنی خوشی سے مالدار بھی پیش کر دیتے ہیں اور فقراء بھی حسب حیثیت لاکر حاضر کر دیتے ہیں۔ انتہائی ضرورت کے موقعہ پر بھی زبردستی کسی سے لینے کا نام نہیں ہے۔

یہاں پہنچکر شاید کوئی یہ کہے کہ چونکہ اس دور کے سرمایہ دار خود ہی ضرورت کا احساس کرکے پیشکش کر دیا کرتے تھے اور چندہ کی اپیل ہوتے ہی مالی امداد سے دریغ نہ کرتے تھے اسلئے زبردستی لینے کی نوبت نہ آتی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ اس فرق کو معلوم کر لینے کے بعد صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ کمیونزم اور اسلام کا اقتصادی نظام علیحدہ علیحدہ دو چیزیں ہیں، اسلام ترغیب دیکر سرمایہ داروں کے مال کو فقراء پر خرچ کرانا چاہتا ہے اور کمیونزم زبردستی لینے کا قائل ہے پھر دونوں ایک کیونکر

ہو گئے ؟

رہی یہ بات کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمیونسٹ تھے تو یہ بھی سراسر دھوکہ ہی ہے، کیونکہ کمیونزم کا مقصد دنیا سنوارنے اور پیٹ و تن کی ضرورت پورا کرنے سے آگے اور کچھ نہیں ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کی ضرورتوں کو کچلنے والے اور آخرت کے حساب کے خوف سے مال سے گھبرانے والے تھے، وہ مال کے اسلئے مخالف تھے کہ مال آخرت میں وبال بنے گا نہ اسلئے کہ وہ مال کو قومی ملک سمجھتے ہوں اور زبردستی چھین کر سب کو برابر کر دینا چاہتے ہوں۔ کہاں ابوذرؓ اور کہاں لینن، ایک آخرت کا فکرمند اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ عقائد و اعمال کا پابند اور دوسرا پیٹ و تن کیلئے نیا نظام گھڑ کر نیوالا جو ابوذر کے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نظام کے سراسر خلاف ہے اور جس میں آخرت کا ذرا تصور بھی نہیں اور جس کی بنیاد ہی لامذہبیت پر ہے ؟ ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔

وہ لوگ اسلام کے زبردست دشمن ہیں جو کمیونزم کو اپنا رہے اور پھیلا رہے ہیں (خواہ خود کو مسلمان ہی سمجھتے ہوں) کیونکہ انکی کوشش کا مقصد یہ ہے کہ کمیونزم دنیا میں غالب ہو جائے اور کمیونزم کا اقتدار ہو جائے، سو ظاہر ہے کہ جہاں کمیونزم کا اقتدار ہوگا اس اسٹیٹ کی بنیاد لامذہبیت پر ہوگی اور اسلام کیلئے وہاں ذرا بھی گنجائش نہ ہوگی، بہت سے بہت کمیونسٹ اسٹیٹ میں نماز روزہ کی اجازت ہوگی، زندگی کے سارے شعبوں پر تو اسلام پر چلنا ممکن نہ ہوگا۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے میری درخواست ہے جو کمیونسٹ ہوتے ہوئے اپنے کو مسلمان سمجھتے ہیں کہ اسلام کے بڑھانے اور چمکانے کی کوشش کریں اور ہر ذہن پر دماغ پر اسلام کے تسلط کو اپنی زندگی کا مقصد بنا دیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

ملنے کا پتہ :- ادارہ آفتاب رسالت پبلیکیشنز دہلی